بین المذاہب اختلافات اور مکالمہ کے ذریعہ ان کا حل

قرآن و سیرت طیبہ ﷺ کی روشنی میں

پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین ثانی
پرنسپل: قائد ملت گورنمنٹ ڈگری کالج

ABSTRACT

In Islam, all men are equal; no one is above anyone else on the basis of color, race, nationality or religion. Non-Muslims admit to that fact as well. Disagreement on Islamic regulations, beliefs, and various issues is natural and a sign of life. Disagreement is not desired or something sought after, but if it is based on reason, logic and argument, it is not deplorable either. As a matter of fact, it is ordained that disagreements be resolved through educated approach and dialogue.

In some matters, Sahabah felt differently than the Prophet (pbuh), and the Prophet (pbuh) convinced them through logical explanations. At times there had been disagreements among the Sahabah as well. Literature is full of disagreements between Fuqohah, and a brief list of these has been presented in my paper for new research scholars.

Rather than being a blessing, these disagreements, unfortunately, have been turned into disaster, and a foundation for bloody confrontations. Many disagreements and problems can be resolved if an effort is made to solve them through dialogue, and the dialogue can be a source of national unity. This is the main purpose of writing this paper.

اسلام میں سب لوگ برابر ہیں خواہ ان کا تعلق کسی رنگ، نسل اور ملک سے ہو اسلام نے زبان اور رنگ و نسل کی تمام مصنوعی دیواریں ڈھا دیں اور پوری انسانیت کو اللہ کا کنبہ قرار دیا، اسلام کا نقطہ نظر آفاقی اور اس کی اپروچ بین الاقوامی ہے، آج کی دنیا جو نسلی فسادات اور قومی رقابتوں میں ایک دوسرے کے خلاف برسر پیکار ہے، یہ نظریہ ان کے لئے امید اور روشنی کی ایک نئی کرن ہے، اب جبکہ یہ دنیا ایک بستی (Global Village) کی شکل اختیار کر چکی ہے اس کے مسائل کو حل کرنے کے لئے ایسا ہی جامع اور ہمہ گیر نظریہ کارگر ثابت ہو سکتا ہے۔

غیر مسلموں کے اعترافات:

جارج برنارڈ شاہ اپنی کتاب The Geniune islam میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو انسانیت کا نجات دہندہ قرار دیتا ہے، اس کے کہنے کے مطابق اگر آج آپ ﷺ موجود ہوتے اور دنیا کی قیادت آپ ﷺ کے ہاتھ میں ہوتی تو آپ ﷺ اس دنیا کے مسائل حل کرنے میں کامیاب ہو جاتے اور اس دنیا کو امن و خوشحالی کا گہوارہ بنا دیتے، اس نے یہ پیش گوئی بھی کی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اسلام جس طرح آج کے یورپ کے لئے قابل قبول ہے، اسی طرح کل کا یورپ اس کو بخوشی قبول کر لے گا۔(۱)

پروفیسر آرنلڈ نے مسلم دور حکومت میں فکر و خیال کی آزادی کی بہت سی مثالیں پیش کی ہیں، اس کے بعد وہ لکھتے ہیں کہ رومی سلطنت کے وہ صوبے جن کو مسلمانوں نے تیز رفتاری کے ساتھ فتح کیا تھا، انہوں نے اچانک اپنے آپ کو ایسی رواداری کے ماحول میں پایا جو کئی صدیوں سے ان کے لئے نامعلوم بنی ہوئی تھی، اس قسم کی رواداری ساتویں صدی کی تاریخ میں کسی قدر حیرت ناک تھی:

> "........... So striking in the history of the seven the century.

عالمی مذاہب کے درمیان مکالمہ:

ٹی ڈبلیو ے آرنلڈ نے اپنی کتاب اشاعتِ اسلام (The Preaching of Islam) میں لکھا ہے کہ عباسی خلیفہ المامون (۸۳۳-۸۱۳) نے سنا کہ اسلام کے مخالفین یہ کہہ رہے ہیں کہ اسلام اپنی دلیل کی طاقت سے کامیاب نہیں ہوا ہے بلکہ اپنی تلوار کی طاقت سے کامیاب

ہوا ہے۔ اس نے دور دور کے ملکوں میں پیغام بھیج کر ہر مذہب کے اہل علم کو بغداد میں جمع کیا اور پھر مسلم علماء کو بلا کر دونوں کو ایک عظیم الشان اجتماع میں بحث و مناظرہ کی دعوت دی، اس علمی مکالمہ میں علماء اسلام کامیاب ہوئے اور غیر مسلم اہل علم نے برسرِ عام اسلام کی استدلالی عظمت کا اعتراف کیا۔(۲)

آرنلڈ نے لکھا ہے کہ خلفیہ المامون اسلام کی اشاعت کے معاملہ میں بہت زیادہ پر جوش (Very Zealous) تھا، اس کے باوجود اس نے کبھی اپنی سیاسی طاقت کو تبلیغ اسلام کے لئے استعمال نہیں کیا اور نہ کبھی کسی کو جبراً مسلمان بنایا۔

بغداد کے مذکورہ بین المذاہب اجتماع میں دوسرے مذاہب کے جو اہل علم شریک ہوئے، ان میں ایک یزداں بخت تھا، وہ مانی فرقہ (Manichaean sect) سے تعلق رکھتا تھا اور ایران سے آیا تھا، یزداں بخت نے مسلم علماء کی باتیں سنیں تو وہ اسلام کی استدلالی طاقت سے مرعوب ہوگیا، اس نے مکمل طور پر خاموشی اختیار کر لی۔

اجتماع کے بعد المامون نے اس کو دربار میں بلایا اور اس سے کہا کہ اب تم کو اسلام قبول کر لینا چاہیے، یزداں بخت نے اسلام قبول کرنے سے انکار کیا اور کہا ''امیر المومنین، میں نے آپ کی بات سنی اور آپ کے مشورہ کو جانا، مگر آپ تو وہ شخص ہیں جو کسی کو اپنا مذہب چھوڑنے پر مجبور نہیں کرتے اور جبراً کسی کو مسلمان نہیں بناتے، یزداں بخت کے انکار کے بعد المامون نے اپنی بات واپس لے لی، اور جب یزداں بخت بغداد سے اپنے وطن واپس جانے لگا تو اس نے مسلح محافظ یزداں بخت کے ساتھ کر دیئے تاکہ جذبات سے بھرے ہوئے مسلمانوں کی کوئی جماعت اس کو نقصان نہ پہنچا سکے۔(۳)

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ''ابلغه مأمنه'' محفوظ مقام تک پہنچا دو۔

عالمی سطح پر فکر و فلسفہ اور تہذیب و ثقافت کے مختلف رویوں کے درمیان کشمکش اور تصادم کے بڑھتے ہوئے امکانات کی جو صورت حال پیدا ہوگئی ہے، اس میں اسلام ایک واضح فریق کی صورت میں سامنے آرہا ہے، جس کے پیش نظر نبی کریم ﷺ کی تعلیمات کے زیادہ سے زیادہ تذکرے کی ضرورت بڑھتی جارہی ہے اس تہذیبی اور فکری کشمکش میں قرآن کریم اور سیرت طیبہ ہی سے ہم صحیح سمت کی طرف رہنمائی حاصل کر سکتے ہیں اور فکر و فلسفہ اور تہذیب و ثقافت کے ان رویوں کا سامنا

کر سکتے ہیں جو اسلام کو عالمی منظر سے ہٹانے کے لئے سرگرم عمل ہیں اور مطالبہ کر رہے ہیں کہ جس طرح بہت سے دوسرے مذاہب سوسائٹی کی فکری رہنمائی، ثقافتی اور معاشرتی قیادت سے دست بردار ہو گئے ہیں، اسی طرح اسلام کو بھی معاشرتی قیادت کے منظر سے ہٹ جانا چاہئے اور دوسرے مذاہب کی طرح اپنی سرگرمیوں اور ہدایات کو شخصی اور پرائیوٹ دائروں تک محدود کر لینا چاہیے۔

آج کے عالمی منظر میں مسلمانوں کو فکر و فلسفہ تہذیب و ثقافت کے حوالے سے یہی سب سے بڑا چیلنج درپیش ہے اور آج نبی کریم کی سیرت و تعلیمات کو اس پس منظر میں مطالعہ کرنے اور دنیا کے سامنے پیش کرنے کی ضرورت ہے۔ سیرت طیبہ کا جس حوالے سے بھی تذکرہ کیا جائے، اجر و ثواب، رہنمائی و برکات کا ذریعہ ہے۔ وہ تو سراپا رحمت و برکت ہیں اور اجر ثواب کا سرچشمہ ہیں، لیکن ہمیں اپنی ضروریات کو دیکھنا ہے، اپنی کمزوریوں پر نظر رکھنی ہے اور اپنی کوتاہیوں کو دور کرنے کی کوشش کرنی ہے۔ پھر ان ضروریات، کمزوریوں اور کوتاہیوں کا ایک دائرہ ہمارا داخلی دائرہ ہے، اس کے تقاضے مختلف ہیں ایک دائرہ عالمی اور بین الاقوامی ہے جو ہمارے داخلی دائرے سے الگ ہونے کے باوجود تیزی سے بڑھتے ہوئے گلوبل ماحول کی وجہ سے اپنے فاصلے کم کرتا جا رہا ہے اور دونوں ایک دوسرے پر اثر انداز ہوتے ہوئے مسلسل آگے بڑھ رہے ہیں۔

سیرت النبی ﷺ میں نبی کریم ﷺ کے غیر مسلموں سے ہونے والے مکالمات کا ذکر ملتا ہے جیسے بچپن میں بحیرا راہب سے گفتگو، ورقہ بن نوفل سے مکالمہ اور یہودیوں کیساتھ مباحثہ و مکالمہ جو روح کے موضوع پر ہوا۔ ابن ہشام نے بھی اس واقعہ کو نقل کیا ہے۔ (۴) اسی طرح ابن ہشام نے حبشہ کے عیسائیوں کا واقعہ بھی نقل کیا ہے، جو مسجد نبوی میں نبی کریم ﷺ سے ملے اور مکالمہ کیا۔ سوال و جواب اور باہمی گفتگو کے بعد وہ لوگ ایمان لے آئے۔ (۵)

اسی طرح آپ ﷺ کے مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والوں سے مکالمات ہوئے جو سیرت کی کتابوں میں محفوظ ہیں۔ حضرات صحابہ نے بھی اس اسلوب پر عمل کیا۔

مکالمہ کا مقصد:

قرآن کریم میں مذکور قصص اور آیات قرآنیہ میں جو گفت و شنید اور مباحثہ و مناقشہ ہوا ہے وہ باہمی دو طرفہ گفتگو پر دلالت کرتا ہے کہ ہر فریق دوسرے کی بات سنتا ہے اور اس کا جواب دیتا ہے

اور اس گفتگو کے دوران کوئی شدت، ترشی، تعصب اور نفرت کے جذبات نہیں ہوتے بلکہ فریقین امن و آشتی کے ماحول میں معلومات میں اضافہ اور حق بات کو اچھے ماحول میں ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں تا کہ جو موقف درست ہے وہ دلائل کی روشنی میں واضح ہو سکے اور فریق ثانی کے ذہن میں جو بھی سوالات پیدا ہوں، وہ براہ راست اطمینان قلب کے ساتھ ان کا تسلی بخش جواب سن لے۔ اور اگر یہ گفتگو ترش روئی، تعصب نفرت اور دوسرے فریق کو کمتر ثابت کرنے کیلئے ہو تو اس کو مکالمہ، گفت وشنید یا ڈائیلاگ نہیں کہا جائے گا بلکہ یہ لڑائی مناظرہ اور جدال ہوگا۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مکالمہ کا مقصد تبادلہ خیال، ایک دوسرے کی آراء سننا اور موقف جاننا ہوتا ہے تا کہ موقف سن کر اس کا جواب دیا جائے یا اپنے ذہن میں اس کے صدق و کذب کو پرکھا جائے۔ اس طرح فریقین معلومات کے تبادلہ کے بعد کسی نتیجہ پر پہنچتے ہیں۔

باہمی مکالمہ کا مقصد یہ نہیں ہوتا کہ مناظرہ کی طرح فریق ثانی کو نیچا دکھایا جائے، اس پر غلبہ حاصل کیا جائے اور لوگوں کو ثابت کیا جائے کہ دوسرا جھوٹا ہے اور میں سچا ہوں۔ بلکہ مکالمہ اس سے عظیم تر مقاصد کا حامل ہے یعنی اس میں دوسرے کی اصلاح اور تربیت پیش نظر ہوتی ہے تا کہ دوران گفتگو دوسرے کی غلط آراء کی اصلاح کی جائے، اگر وہ کہیں غلطی پر ہے اس کی نشان دہی کی جائے، اور جہاں اس نے کوئی بہت اچھی بات اور قابل عمل بات کی ہے بلا بغض و عناد قبول کی جائے۔ فریق ثانی کو حقائق کی بنیاد پر قائل کیا جائے اور اس کے لئے محبت و الفت کا راستہ اختیار کیا جائے تا کہ نفرت کے بجائے محبت و اخلاص پیدا ہو، اور جب مجلس سے اٹھے تو مخالفانہ آراء پر بھی ہمدردی سے غور کرے اور اصلاح کا راستہ نکل سکے۔ مکالمہ کا مقصد یہ بھی ہے کہ فریق ثانی کی معلومات کیلئے موضوع سے متعلق تمام امور پر گفتگو کی جائے تا کہ وہ مجلس سے اٹھے تو پہلے سے زیادہ معلومات حاصل کر کے جائے۔

دین و مذہب کا مفہوم:

اسلام عربی زبان کا لفظ ہے، جس کے معنی ''سپردگی'' Submission کے ہیں، اور ہمارے دین کی حیثیت سے اس کا مطلب اپنے عقائد و نظریات، اپنی عبادات All Modes of Worship اور رسومات (پیدائش، شادی اور موت کے مواقع پر کرنے والے افعال) نیز اپنی

معاشرت، اپنی معیشت اور اپنی سیاست تک کو اللہ تعالیٰ کے احکام کے تحت اور رسول اللہ ﷺ کی سنت وسیرت کے تابع کرنا ہے۔

قرآن کریم اور فرمودات نبوی ﷺ میں اسلام کو ایک دین یعنی طرز زندگی Way of Life قرار دیا گیا ہے:

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَام

اس کے علاوہ قرآن کریم میں ''دین'' کا لفظ درج ذیل معنوں میں بھی استعمال ہوا ہے۔

۱۔ بدلہ: جیسے سورہ الفاتحہ میں فرمایا: مالك یوم الدین (٦)

۲۔ لین دین: جیسے سورہ بقرہ میں فعل کی شکل میں آیا: تداینتم (٧)

۳۔ راستہ: جیسے سورہ کافرون میں آیا: لکم دینکم ولی دین (٨)

۴۔ قانون: جیسے سورۂ یوسف میں فرمایا گیا ہے: فی دین الملك (٩)

انگریزی کے لفظ RELIGION کا بالعموم ترجمہ مذہب کیا جاتا ہے، اس کی تعریف آکسفورڈ ڈکشنری میں کچھ یوں ہے:

Belief in the existence of a super natural ruling power, the creator and controller of the universe, who has given man a spiritual nature, which continues to exist after death of the body, A course of action or a practice regarded as the ruling passion of one's life 1960.(10)

اس کائنات کو پیدا کرنے اور اس کو کنٹرول کرنے والی ایک مافوق الفطرت قوتِ قاہرہ کی موجودگی کو تسلیم کرنا جس نے انسان کو ایک ایسا روحانی وجود بخشا ہے جو اس کی جسمانی موت کے بعد بھی زندہ رہتا ہے، ایک ایسا لائحہ عمل جس کو کسی فرد کی زندگی کا فیصلہ کن جذبہ قرار دیا جا سکے۔

آکسفورڈ ڈکشنری کے بعد کے ایڈیشن میں الفاظ تبدیل کر کے کچھ یوں تعریف کی گئی

Particular system of faith and worship based on religius belief, controlling influence of one's life.

مذہبی عقیدے پر مبنی عقائد و عبادات کا ایک نظام، کسی شخص کی زندگی کو کنٹرول کرنے والا اثر۔

اسی نئی تعریف میں دین کے وسیع تر مفہوم کا نکالا جانا تو اظہر من الشمس ہے ہی، لیکن یہ بات بھی غور طلب ہے کہ اس کی پہلی تعریف میں صرف ایک مافوق الفطرت ''قوۃ قاہرہ'' کو ماننے کا ذکر ہے۔

بین المذاہب اختلافات:

مختلف فقہی مذاہب خواہ وہ اہل سنت کے چاروں مذاہب ہوں یا دوسرے فقہی مذاہب مثلاً جعفری، زیدی، اباضی، ظاہری، ان میں مضبوط گہرا رشتہ نا قابل انکار ہے، یہ حقیقت جاننے کے لئے ہر فقہی مذہب کی بنیادی کتاب کی ورق گردانی کافی ہے، ان تمام فقہی مذاہب کی کتابوں کی ترتیب اور مسائل پیش کرنے کے طریقوں میں یکسانیت اور مشابہت بہت واضح ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ان مذاہب کے اختلافات محض فروعی مسائل میں محدود ہیں اور مذہبی مسائل حل کرنے کا طریقہ اپنی بنیادوں میں بالکل یکساں ہے واقعہ یہ ہے کہ مختلف فقہی مذاہب میں حکم شرعی کا تصور اور حکم شرعی پر استدلال کا انداز بلکہ فقہی اصطلاحات ایک دوسرے سے مختلف ہیں، اور بعض مسائل میں یہ اختلافات ہر مذہب کو الگ تشخص اور امتیاز فراہم کرتے ہیں۔

اختلاف کا مفہوم قرآن کریم کی روشنی میں:

لفظ ''الاختلاف'' مصدر ہے، اختلف سے اور قرآن کریم میں پچاس سے زائد مقامات پر استعمال ہوا ہے۔(۱۱)

کہیں عقیدہ کے اختلاف کو بیان کیا گیا ہے اور تفرقہ بازی کی مذمت کی گئی ہے کہیں اختلاف کی صورت میں اللہ اور اس کے رسول کی جانب رجوع کا حکم دیا گیا ہے اور کہیں لیل ونہار، زمین و آسمان کے اختلاف کی وضاحت کی گئی ہے، کہیں امم سابقہ وقصص کے حوالہ سے اختلافات کی

نشاندہی کی گئی ہے، کہیں جنت کی نعمتوں کی انواع واقسام اور ایک دوسرے سے مختلف ہونے کو بیان کیا گیا، کسی جگہ مذموم اختلاف کا ذکر ہے اور کہیں اختلاف محمود کا۔

یہ اختلاف کبھی فرد کا فرد سے کبھی فرد کا معاشرہ سے کبھی معاشرہ، قوم یا جماعت کا دوسرے معاشرہ قوم یا جماعت وقبیلہ سے ہوتا ہے نہ ہر اختلاف محمود ہے نہ ہر اختلاف مذموم بلکہ محمود و مذموم اپنے پس منظر پیرایہ اور سیاق وسباق کی بنیاد پر بنتا ہے۔

فقہاء کے نزدیک اختلاف کا مفہوم:

لغت کے اعتبار سے اختلاف اتفاق کی نقیض ہے، لیکن اختلاف اور خلاف میں بعض نے فرق کیا ہے بعض نے مترادف المعنی قرار دیا ہے، فقہاء کی ایک جماعت جس میں صاحب فتح القدیر، درمختار، حاشیہ ابن عابدین وغیرہ شامل ہیں، کہتی ہے اختلاف وہاں استعمال کیا جاتا ہے جہاں اختلاف کی بنیاد کوئی دلیل ہو اور خلاف وہاں استعمال کیا جاتا ہے جہاں اختلاف دلیل کے بجائے ہوئی، ضد یا کسی اور بنیاد پر ہو۔ (۱۲)

بعض فقہاء دونوں کو پہلے معنی میں استعمال کرتے ہیں۔ (۱۳)

امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں اختلاف اور مخالفت ایک ہی مفہوم کے حامل ہیں، یعنی ہر ایک دوسرے سے مختلف راستہ اختیار کرے بغیر کسی تنازعہ وجھگڑے کے اگر تنازعہ وجھگڑے کے سبب اختلاف ہو تو اسے منازعہ اور مجادلہ کہا جاتا ہے اختلاف نہیں۔ (۱۴)

ابوالبقاء الکفوی کلیات میں لکھتے ہیں، اختلاف اور خلاف میں چار اعتبار سے فرق ہے۔

۱۔ اختلاف کہتے ہیں، راستے مختلف ہوں مگر مقصود ایک ہو۔ خلاف کہتے ہیں، راستے اور مقصود دونوں مختلف ہوں۔

۲۔ دوسرا فرق یہ ہے، اختلاف اسے کہا جاتا ہے جو دلیل کی بنیاد پر ہو، خلاف اسے کہا جاتا ہے جو بغیر دلیل کے کیا جائے۔

۳۔ تیسرا فرق یہ ہے کہ اختلاف رحمت ہے اور خلاف بدعت ہے۔

۴۔ چوتھا فرق یہ ہے اگر قاضی فیصلہ کرے بغیر دلیل کے اور اسکے خلاف اپیل کی جائے تو ایسے فیصلہ کو معطل کر دیا جائے گا۔ اگر دلیل کے ساتھ فیصلہ کرے تو اسے معطل کرنا جائز

نہیں، الا یہ کہ وہ قرآن وسنت یا اجماع کے مخالف ہو۔(۱۵)

ائمہ کے درمیان فقہی اختلافات پر سب سے بڑا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ جب تمام مسالک کا ماخذ قرآن وحدیث ہے تو پھر یہ اختلافات کیوں ہیں، کیا تمام فقیہ کسی ایک مسلک پر جمع نہیں ہو سکتے؟

حقیقت یہ ہے کہ اختلاف رائے بذات خود کوئی بری چیز نہیں، اختلاف اس بات کی علامت ہے کہ معاشرہ میں غور وفکر کی صلاحیت اور تفکر وتدبر کا مادہ موجود ہے، اہل دانش حق و باطل میں تمیز کی پوری صلاحیت رکھتے ہیں، وہ ہر معاملہ میں غور وفکر سوچ بچار تحقیق وجستجو سے کام لیتے ہیں اور کسی بات کو قبول کرنے سے پہلے اس کے ہر پہلو کا دقت نظر سے مطالعہ کرتے ہیں، اور تمام دلائل کا احاطہ کر کے کسی ایک رائے کو اختیار کرتے ہیں۔ اہل دانش کا یہ اختلاف شرعی قوانین میں وسعت اور کمال کا سبب بنتا ہے، تنگی کے بجائے وسعت کا سبب بنتا ہے، فقہاء کے باہم تبادلہ خیال کے نتیجہ میں ایک سے زائد تعبیرات اور تشریحات سامنے آتی ہیں، دلائل کا تبادلہ ہوتا ہے تحقیق کے لئے نئی راہیں کھلتی ہیں، اگر باہم بحث وتمحیص کے بعد کسی معاملہ میں اختلاف آراء سامنے آجائیں تو کوئی بھی فرق دوسرے پر تعصب، ہٹ دھرمی، دشمنی، بیجا مخالفت کا الزام نہیں دھرتا بلکہ مخالف کی رائے کو نہایت صبر وسکون کے ساتھ سنتا ہے، اس کی بات نہیں کاٹتا بلکہ اسے گفتگو کا پورا موقع دیتا ہے، اس کے دلائل پر ٹھنڈے دل سے غور کرتا ہے۔ یہی وجہ سے فقہ کی تمام کتابیں اختلافات اور اختلافی دلائل سے پر ہیں اور ہر مذہبی ادارہ میں پڑھائی جاتی ہیں۔ اختلاف کی اس شکل سے معاشرہ میں علمی ترقی ہوتی ہے اور یہ اختلاف ہر اس معاشرہ میں پایا جاتا ہے جہاں مسائل پر سوچنے کا وقت ہے۔ یہی وہ اختلاف ہے جس کی طرف قرآن کریم کی اس آیت میں اشارہ کیا گیا ہے۔ لکل جعلنا منکم شرعة و منهاجا (۱۶)

اختلاف کی اقسام واسباب:

اختلاف کی مختلف صورتیں ہیں کبھی یہ ادیان کے درمیان ہوتا ہے جیسے یہودیت نصرانیت اور اسلام کے درمیان۔

۱۔ کبھی عقائد کا اختلاف ہوتا ہے جیسے قدریہ، جبریہ، معتزلہ، خوارج اور جہمیہ کے درمیان۔

۲۔ اختلاف کی تیسری صورت فقہاء کے درمیان فروعات میں اختلافات جیسے آئمہ اربعہ کا

باہمی اختلاف۔(۱۷)

فقہاء کے درمیان اختلاف کے مختلف اسباب ہوتے ہیں، جس کا سبب دلائل کا مختلف ہونا ہے۔

۱۔ کبھی عبارت کے سبب۔

۲۔ کبھی عبارت کی تعبیر میں اختلاف ہوتا ہے۔

۳۔ کبھی عبارت کی تفسیر میں اختلاف ہوتا ہے۔

۴۔ کبھی اختلاف کا سبب لغت ہوتی ہے۔

۵۔ کبھی متضاد روایات ہوتی ہیں۔(۱۸)

محمد عوامہ لکھتے ہیں اختلاف کے اسباب الگ الگ ہوتے ہیں۔

۱۔ ایک سبب عقلوں کا ایک دوسرے سے مختلف ہونا ہے۔

۲۔ دوسرا سبب یہ ہے کہ نص قرآن وحدیث کی تعبیر وتفسیر میں مختلف احتمالات ہوتے ہیں کوئی ایک کو اختیار کرتا ہے کوئی دوسرے کو جس کے سبب اختلاف ہو جاتا ہے۔

۳۔ تیسرا سبب متن کے لغوی معنی میں اختلاف ہوتا ہے، جیسے لفظ "قروء" طہر وحیض کے متضاد معنوں میں استعمال ہوتا ہے، لہٰذا فقہاء نے متضاد احکامات کا استخراج کیا ہے، جس کی مثالیں آگے پیش کی جائیں گی۔(۱۹)

لیکن ان اختلافات کو علمی محافل ومکالمہ کی مجلسِ منعقد کر کے کم سے کم کیا جاتا ہے۔

مکالمہ کی تعریف وتعارف:

اللہ تعالیٰ جس نے انسان کو پیدا کیا اسے گویائی اور قوتِ بیان سے نوازا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ فصیح تھے جن کا فرمان ہے کہ کلام میں جادو کی سی قوت ہوتی ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو جس سب سے بڑی نعمت سے نوازا ہے وہ زبان کی قوت اور بیان کی صلاحیت ہے۔ انسان حقوق اللہ، حقوق العباد اور دعوت وتبلیغ اور روزمرہ کے امور اسی زبان سے ادا کرتا ہے۔ قرآن مجید کی اس آیت کریمہ پر غور کریں۔

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُم بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ. (۲۰)

اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے رب کے راستے کی طرف دعوت حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ دیں اور لوگوں سے مباحثہ کریں، ایسے طریقے سے جو بہتر ہو۔

لہٰذا داعی کے لئے دعوت وتبلیغ میں جن اہم وسائل کی ضرورت ہے ان میں سے ایک بڑا اور اہم وسیلہ زبان اور گفتگو کا انداز ہے اور یہ داعی کی اعلیٰ صفات میں سے ایک اہم صفت ہے۔

علامہ اقبال کا ارشاد ہے:

نگہ بلند سخن دلنواز جاں پر سوز
یہی ہے رخت سفر میر کارواں کے لئے

زبان کے صحیح استعمال، شریں بیانی اور موقع ومحل کے لحاظ سے گفتگو کر کے آدمی بڑے سے بڑے مخالف کو زیر کر سکتا ہے۔ شیخ سعدی نے کیا خوب کہا ہے:

بشیریں زبانی و لطف و خوشی
توانی کہ پیلے بموئے کشی

''زبان کی مٹھاس اور لطف وخوشی سے ہاتھی کو بال سے کھینچ سکتے ہو۔''

اسلام نے اپنے پیروکاروں کو مکالمہ وگفتگو کے آداب کی بہت تفصیل اور وضاحت سے تعلیم دی ہے۔

اختلاف کے خاتمہ کیلئے تدبر وتفکر کا حکم:

مکالمہ بات چیت کی وہ قسم ہے جو دو اشخاص یا دو ٹیموں کے درمیان ہوتی ہے۔ اس میں باتوں کا تبادلہ فریقین میں برابری کی بنیاد پر ہوتا ہے، چنانچہ ان میں سے کسی ایک کو دوسرے پر فوقیت نہیں ہوتی، اس میں سکون واطمینان کی فضا ہوتی ہے جھگڑے اور تعصب وعناد سے دور رہ کر تبادلہ خیال ہوتا ہے۔ ایسی گفتگو مطالعہ کے دوران دو دوستوں یا ساتھ کام کرنے والے دو اشخاص کے درمیان کام کرتے ہوئے یا کسی محفل کے شرکاء کے درمیان باہم ہوا کرتی ہے۔ عربی میں حوار

(گفتگو) دو فریقوں میں کلام اور بات چیت کے تبادلہ کو کہتے ہیں جو ایک فریق سے دوسرے کی طرف اور دوسرے سے پہلے کی طرف منتقل ہوتی رہتی ہے اور اس میں دونوں فریقوں کے درمیان کوئی ایسی کیفیت پیدا نہیں ہوتی جس سے کسی قسم کی کشیدگی اور نزاع کی شکل پیدا ہو جائے۔

مکالمہ کی غرض و غایت:

ماہرین نے گفتگو کا ایک نظریہ (تھیوری) پیش کیا ہے، جسے اگر سب تسلیم کرلیں تو بہت سی مشکلات دور ہوسکتی ہیں۔ وہ نظریہ یہ ہے:

''گفتگو کا مقصد باہمی الفت، ہمدردی اور آپس میں میل جول پیدا کرنا ہے''۔

اب اگر اس نظریہ کے تحت لوگ آپس میں بات چیت کریں تو گفتگو میں رنجش اور ناخوشگواری کے امکانات کم ہیں، بلکہ اس مقصد کے ساتھ گفتگو سے انسان میں اعتماد پیدا ہوتا ہے اور باہم تعلقات بڑھتے رہتے ہیں اور انسان ہر دلعزیز بن جاتا ہے۔

لقمان حکیم سے کسی نے پوچھا کہ آپ کو حکمت کس طرح ملی تو انہوں نے کہا:

''میں بے ضرورت کوئی سوال اور بے مقصد کوئی گفتگو نہیں کرتا۔''

صحیح حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

آدمی کا اچھا اسلام یہ ہے کہ وہ بے فائدہ چیزوں کو چھوڑ دے۔(۲۱)

ایک اور حدیث میں ہے کہ:

''اللہ تعالیٰ کو تین چیزیں ناپسند ہیں، ۱۔ بے مقصد گفتگو، ۲۔ مال کا ضیاع، ۳۔ غیر ضروری سوال۔

مناظرہ اور دوسروں کو نیچا دکھانے کے لئے بحث و مباحثہ بھی اسی ضمن میں آتا ہے، اس لئے کہ اس میں بڑا بننے کی خواہش ہوتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے برا آدمی بدخو ''جھگڑالو ہے'' اور جھگڑا وہ ہے جو باطل یا لاعلمی پر مبنی ہو۔

قرآن کہتا ہے: ادفع باللتی ھی احسن ۔ آپ مکالمہ کے دوران عمدہ طریقہ سے

جواب دیں، اس لئے کہ مکالمہ کا مقصد دشمن کو دوست بنانا ہوتا ہے، جبکہ مناظرہ میں دوست کو دشمن بنالیا جاتا ہے۔ لہٰذا مکالمہ کرتے ہوئے مکالمہ کی غرض وغایت کو پیش نظر رکھا جائے۔

گفتگو کی اہمیت، ضرورت، ہمہ گیریت اور وسعت پر نظر ڈالنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ہر انسان کو روزانہ کسی نہ کسی سے گفتگو ضرور کرنا ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ کاشتکار، چرواہے، اکیلے سفر کرنے والے مسافر، تنہائی میں کام کرنے والے کارندے بھی بالکل خاموش نہیں رہ سکتے۔ اس لئے وہ بھی کچھ نہ کچھ بولنے کا سلسلہ جاری رکھتے ہیں۔ یہ سلسلہ ذکر واذکار، حمد ونعت، مختلف قسم کے گیت گنگنانے اور جانوروں سے باتیں کرنے کی شکل میں بھی ہوتا ہے۔

مکالمہ کے اصول قرآن وسیرت طیبہ کی روشنی میں:

آپ ﷺ کی سیرت طیبہ ﷺ اور قرآن کریم کا مطالعہ کرنے سے مکالمہ کے جو اصول واضح ہوتے ہیں ان میں سے سب سے اہم یہ ہیں:

مکالمہ کرنے والے کے لئے لازمی ہے کہ سچ بولے قرآن کریم نے مسلمان کی یہ صفت بیان کی ہے کہ وہ سچ بولتے ہیں۔ (۲۲)

آپ ﷺ نے فرمایا:

الصدق ینجی والکذب یھلك

سچائی انسان کو نجات دلاتی ہے اور جھوٹ ہلاک کرتا ہے۔ مکالمہ میں عدل وانصاف کا دامن تھامے رہنا چاہئے، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

واذا قلتم فاعدلوا ولو کان ذا قربی (۲۳)

جس موضوع پر مکالمہ کیا جا رہا ہے اس پر خوب تحقیق کرلے تا کہ بہتر و مدلل انداز میں دوسرے کو قائل کر سکے، ارشاد نبوی ﷺ ہے:

کفی بالمرء کذبا ان یحدث بکل ماسمع

کسی شخص کے جھوٹا ہونے کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ سنی سنائی باتوں کو نقل کرتا پھرے۔

مکالمہ میں متکلم کے کلام کا وہی مفہوم معتبر ہوگا جو اس کا مقصود ہو۔

زبردستی معنی و مفہوم کا استخراج کر کے دوسرے کی جانب منسوب کرنا اصول مکالمہ کی رو سے غلط ہے، بلکہ دنیا کی ہر عدالت قائل سے اس کے قول کی وضاحت طلب کرتی ہے، اور اس کی وضاحت کا اعتبار کیا جاتا ہے۔(۲۴)

مکالمہ میں نیت خالص ہونی چاہئے، یعنی مکالمہ کا مقصد دوسرے کو نیچا دکھانا نہیں ہونا چاہئے، بلکہ خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہونا چاہئے۔

مکالمہ کے لئے موضوع کا تعین ہونا چاہئے، جب تک موضوع کا تعین نہ ہو، دائرہ بحث پھیلنے کا امکان ہے، جس سے بحث لا حاصل ہو جائے گی، مکالمہ میں دوسرے کو گفتگو کا پورا موقع فراہم کرنا چاہئے اور دوسرے کے موقف و دلائل کو پوری توجہ سے سننا چاہئے۔

مکالمہ کے وقت اپنے اعصاب (باڈی لینگویج) پر قابو رکھنا چاہئے، مخاطب کے لئے اہانت آمیز اشارے یا اہانت آمیز باڈی لینگویج اختیار کرنے سے بچنا چاہئے، یاد رکھئے، آپ کسی کی اہانت کر کے اس کے دل میں اپنے یا اپنے پیغام کے لئے جگہ نہیں بنا سکتے۔فریق مخالف کا احترام ہر حال میں لازمی ہے۔

مکالمہ میں تحمل کو اختیار کرنا چاہئے، مخالف کی کسی بات یا دلیل پر چراغ پا نہیں ہونا چاہئے، بلکہ اپنا جواب دلیل کی قوت سے دینا چاہئے، مکالمہ مدلل انداز میں کرنا چاہئے، اتہام بازی، لچھے دار گفتگو یا شور مچا کر نہیں ہونا چاہئے۔

مکالمہ کو نتیجہ خیز ہونا چاہئے۔مکالمہ اس انداز میں کیا جائے کہ فریق ثانی اور سامعین پیش کردہ نکات پر غور و فکر کر سکتے ہیں۔(۲۵)

میڈیا پر آج کل سب سے زیادہ مکالماتی اسلوب نمایاں ہے۔بلاشبہ مکالمہ دو یا دو سے زیادہ افراد کی ایسی باہمی گفتگو ہوتی ہے جس میں موضوع متعین ہو اور فریقین دوستانہ ماحول میں دلائل کی روشنی میں پورے اخلاص سے ایک دوسری کے موقف کو سنیں اور جواب دیں۔قرآن پاک کے اندر موجود بے شمار علوم و فنون کے خزانوں میں سے ایک مکالمہ بھی ہے۔گزشتہ صدیوں میں مکالماتی اسلوب کے بجائے جدل، مناظرہ اور مباحثہ کا اسلوب زیادہ تر رائج رہا جس میں فریق ثانی کے ساتھ دوستانہ ماحول میں زیادہ گفتگو نہیں ہوتی تھی، بلکہ تند و تیز جملوں کا استعمال اور نیچا دکھانا شامل ہوتا تھا۔مگر قرآن میں موجود سینکڑوں کی تعداد میں مکالمات دور حاضر میں رائج مکالماتی

اسلوب کے آداب اور اہمیت بیان کرنے کیلئے کافی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق سے مکالمات کیے، جن میں سے بعض کا تذکرہ قرآن کریم میں موجود ہے۔ اسی طرح مخلوق کے درمیان مکالمہ کا تذکرہ بھی قرآن کریم میں فرما دیا ہے جن میں بنی نوع انسان کے لئے بہترین ہدایت و رہنمائی، عبرت، نصیحت اور دیگر اسباق موجود ہیں۔ قرآن میں وارد ہونے والے ہر قسم کے مکالمات کا بنیادی موضوع عبادات وایمانیات ہی رہا ہے ان مکالمات میں موجود جو فریق حق پر ہوتا ہے اس کی طرف سے اس قدر مضبوط، مستحکم عقلی دلائل پیش کئے جاتے ہیں کہ نہ صرف فریق ثانی لاجواب ہو جاتا ہے بلکہ جو کوئی بھی اس مکالمہ کو قرآن میں بغور پڑھتا ہے وہ بھی حق کا قائل ہو کر رہتا ہے۔ یہ ایک عظیم دعوتی اسلوب ہے جس کی ضرورت دور حاضر کی مشینی اور ابلاغی دور میں اور بھی بڑھ گئی ہے۔

اختلاف تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں:

نفس اختلاف عقلاً و نقلاً ممنوع نہیں احادیث نبویہ ﷺ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن السخاوی (م ۹۰۲ھ) نے اپنی کتاب (۲۶) میں طبرانی اور دیلمی کے حوالہ سے جویبر (۲۷) اور ضحاک (۲۸) کے توسط سے ابن عباسؓ سے یہ روایت نقل کی ہے۔

عن ابن عباس— رضی الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم العمل بما في كتاب الله لا عذر لأحد في تركه، فإن لم يكن في كتاب الله فسنة ماضية مني فإن لم تكن سنة، فما قال اصحابي، إن أصحابي كلهم بمنزلة النجوم في السماء فأيما أخذتم به اهتديتم، و اختلاف أصحابي لكم رحمة (۲۹)

آپ ﷺ نے فرمایا کتاب اللہ میں جو حکم ہے اس پر عمل لازم ہے، کسی حال میں عمل نہیں چھوڑا جا سکتا ہے، اگر کتاب اللہ میں حکم نہ ملے تو سنت رسول اللہ میں تلاش کرو، اگر وہاں بھی حکم نہ ملے تو میرے صحابی کے قول پر عمل کریں، بیشک میرے تمام صحابہؓ آسمان کے ستاروں کی مانند ہیں، تم جس کے قول پر عمل کرو گے ہدایت پا جاؤ گے۔ میرے صحابہؓ کا اختلاف امت محمدیہ ﷺ کے لئے رحمت ہے۔

سخاوی نے اس روایت کو نقل کر کے ضعیف قرار دیا ہے۔(۳۰) ڈاکٹر عبدالکریم نے زیدان نے اس سے بھی زیادہ سخت رائے اختیار کی ہے۔(۳۱)

آپ ﷺ سے منقول یہ مذکورہ حدیث اختلاف اُمتی رحمۃ یہ چند الفاظ کے اضافہ:

اختلاف امتی رحمۃ للناس (۳۲) یا چند الفاظ کی تبدیلی کے ساتھ

اختلاف امت محمد رحمۃ العباد اللّٰہ (۳۳)

زبان زد عام و خاص ہے۔ اسے سخاوی نے نقل کر کے غریب الحدیث قرار دیا ہے، دو راویوں اسحاق موصلی (۳۴) اور عمرو بن الجاحظ (۳۵) کے سبب۔ لیکن اہم بات یہ ہے کہ اس حدیث کو متعدد محدثین نے نقل کیا ہے۔(۳۶) اور اس مفہوم کی متعدد روایات نقل کی ہیں، جس سے واضح ہوتا ہے کہ خود امت کا تعامل بھی اختلاف کو رحمت سمجھتا رہا ہے۔

لہٰذا متضاد مفہوم لینا کہ اختلاف رحمت ہے تو کیا اتفاق عذاب ہے، درست نہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اختلاف مطلوب و مقصود نہیں ہے، لیکن فروعی و جدید مسائل میں توسع کے لئے اختلاف کی حوصلہ شکنی بھی نہیں کی گئی ہے۔

امام شاطبی سے روایت ہے امت کے مجتہدین کا فروع میں اختلاف رحمت اور وسعت ہے۔

اسی طرح ابن عباسؓ سے ایک ضعیف روایت منقول ہے کہ اگر کسی مسئلہ میں نبی (ﷺ) کی سنت نہ ملے تو میرے صحابہؓ کی سنت ہے، میرے صحابہؓ آسمان کے ستاروں کی مانند ہیں تم جس کی پیروی کرو گے ہدایت پا جاؤ گے، میرے صحابہؓ کا اختلاف تمہارے لئے رحمت ہے۔

فان لم تکن سنة منی فما قال اصحابی ان اصحابی بمنزلة النجوم فی السماء فایما اخذ تم به اهتدیتم واختلاف اصحابی لکم رحمة (۳۷)

اس طرح ایک روایت ہے:

اختلاف امتی رحمة – میری امت کا اختلاف رحمت ہے۔(۳۸)

عمر بن عبدالعزیز سے منقول ہے آپ نے فرمایا:

ما أحب ان اصحاب رسول اللّٰہ لم یختلفوا لا نہ لو کان قولا واحدا کان الناس فی ضیق و انھم آئمہ یقتدی بھم فلو أخذ أحد بقول رجل منھم کان فی سعة(۳۹)

امام غزالی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں فقیہ کا اختلاف اگر ہوائے نفس کی بنیاد پر ہے، دلائل کی بنیاد پر نہیں تو یہ اختلاف مذموم ہے ورنہ نہیں۔ (۴۰)

اختلاف صحابہؓ کی مثالیں:

آپ ﷺ نے غزوہ بنی قریظہ کے موقع پر صحابہؓ کی ایک جماعت کو حکم دیا کہ عصر کی نماز بنی قریظہ میں پڑھنی ہے، لیکن راستہ میں عصر کا وقت ہوگیا ایک جماعت نے آپ ﷺ کے حکم کا مطلب یہ سمجھا کہ آپ ﷺ کا مقصود جلد پہنچنا تھا، اب تاخیر ہوگئی ہے لہٰذا راستہ میں عصر ادا کرلیں، دوسری جماعت نے کہا آپ ﷺ نے عصر کی نماز بنی قریظہ میں پہنچ کر ادا کرنے کا حکم دیا تھا، لہٰذا راستہ میں ادا نہیں کرنی چاہئے، جب آپ ﷺ کے سامنے دونوں جماعتوں نے اپنا موقف پیش کیا تو آپ ﷺ نے کسی پر بھی نقد نہیں کیا، یہ آپ ﷺ کے حکم کی تعبیر میں اختلاف تھا، مقصود دونوں کا تعمیل حکم تھا۔ (۴۱)

صحابہؓ کے درمیان متعدد مسائل میں اختلاف تھا، مثلاً معراج جسمانی ہوئی یا روحانی، حضرت عائشہؓ کا موقف تھا روحانی، حضرت ابن عباسؓ اور اکثر صحابہؓ کا موقف تھا جسمانی ہوئی۔ (۴۲)

میت کو عذاب دیا جاتا ہے اس کے اہل وعیال کے آہ وبکا کرنے پر، حضرت عائشہؓ نے اس روایت کا انکار کیا ہے، دیگر صحابہؓ قائل تھے۔ (۴۳)

اسی طرح صحابہؓ کے درمیان اختلاف تھا کہ مردے زندوں کو سنتے ہیں یا نہیں؟ آپ ﷺ نے رب کو دیکھا یا نہیں؟

ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ان اختلافات کے باوجود سب کا عدم تکفیر پر اتفاق تھا۔ (۴۴)

اسی طرح مختلف قراءات پر آپس میں اختلافات تھے، قاضی شریح "بل عجبتُ" کی

قرأت کے منکر تھے۔ اسی طرح اس نکتہ پر مفسرین کا اختلاف ہے کہ ذبیح اسماعیل ہیں یا اسحٰق علیہ السلام۔ (۴۵)

حضرت عمر بن عبدالعزیز سے نقول ہے:

ما احب ان اصحاب رسول اللہ ﷺ لم یختلفوا لانہ لو کانوا قولا واحدا کان الناس فی ضیق، وانھم ائمۃ یقتدی بھم فلو اخذ رجل بقول احدھم کان فی سعۃ۔(۴۶)

اگر صحابہ کے درمیان کسی مسئلہ میں اختلاف نہ ہوتا، سب ایک رائے پر متفق ہوتے تو لوگوں کے لئے عمل کا دائرہ تنگ ہو جاتا، صحابہ آئمہ ہیں ہر ایک اقتداء کے قابل ہے جس کا چاہے قول اختیار کرے اسی میں وسعت ہے:

صحابہ کرامؓ وتابعین عظام رحمہم اللہ میں سے کسی نے کبھی اس بات پر زور نہیں دیا کہ ان ے موقف کو سو فیصد درست مانا جائے، اور دوسرے کے موقف کی لازماً تغلیط کی جائے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ آپؓ نے ایک مسئلہ پر اپنی رائے بیان کرنے کے بعد فرمایا:

اقول فیھا برأی فان یك صوابا فمن اللّٰہ وان یك خطا فمنی واستغفراللّٰہ (۴۷)

یعنی اگر میری رائے صحیح ہے تو اللہ کی طرف سے ہے، اگر غلط ہے تو میری جانب سے ہے، اور میں اللہ سے مغفرت کا خواہاں ہوں۔

اسی طرح امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا:

قولنا ھذا الرای و ھو احسن ماقدرنا علیہ فمن جاء نا باحسن من قولنا فھو اولی بالصواب منا (۴۸)

اسی طرح امام مالک بن انس رحمہ اللہ فرماتے ہیں، علماء کا اختلاف امت محمدیہ کے لئے رحمت ہے، جو جسے صحیح سمجھتا ہے، اس کی پیروی کرے سب حق پر اور ہدایت پر ہیں۔

ان اختلاف العلماء رحمۃ من اللّٰہ تعالٰی علیہ ھذہ الامۃ کل

يتبع ما صح عنده و كل مصيب و كل على هدى۔

یہی موقف حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا ہے وہ فرماتے ہیں:

لم يعبر الجسر الى خراسان مثل اسحاق وان يخالفنا في اشياء فان الناس لم يزل يخالف بعضهم بعضا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے جدہ کی میراث کی بابت سوال کیا گیا۔ آپ نے اپنے علم کے مطابق جواب دیتے ہوئے فرمایا:

مالك في كتاب الله من شئ وما علمت لك في سنة رسول الله ﷺ من شئ ولكن اسال الناس۔

یعنی یہ مسئلہ نہ کتاب اللہ میں ہے نہ سنت رسول اللہ ﷺ میں لہٰذا میں لوگوں سے رائے لوں گا۔ پھر آپ ﷺ نے یہ مسئلہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے سامنے رکھا تو حضرت مغیرہ بن شعبہ اور محمد بن سلمہ رضی اللہ عنہما نے گواہی دی کہ:

ان النبي ﷺ اعطاها السدس (۴۹)

آپ ﷺ نے دادی کو چھٹا حصہ دیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ شوہر کی دیت میں بیوی کی وراثت کے قائل نہیں تھے۔ نبی کریم ﷺ کے ایک عامل حضرت ضحاک بن سفیان الکلابی رضی اللہ عنہ نے باقاعدہ خط کے ذریعہ آپ رضی اللہ عنہ کو تحریر کیا کہ آپ ﷺ نے اُشیم الضبابی کی بیوی کو وراثت دلوائی تھی۔

ان رسول الله ﷺ ورث امراة اشيم الضبابي رضي الله عنها من دية زوجها ـ (۵۰)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خط پڑھ کر فوری طور پر اپنی رائے سے رجوع کرلیا اور فرمایا: لولم نسمع بهذا القضينا بخلافه، اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجوس سے جزیہ لینے کے بارے میں تفصیلی احکام سے واقف نہیں تھے، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کا یہ حکم ان تک پہنچایا کہ اہل کتاب جیسا ان سے سلوک کرو۔

سنوا بهم سنة اهل الكتاب (۵۱)

حضرت عمرؓ نے اس کے مطابق عمل کیا۔

حضرت عثمان بن عفان ؓ "متوفی عنها زوجها" کی عدت کے بارے میں اس بات کے قائل نہیں تھے کہ وہ اپنے شوہر کے گھر میں عدت گزارے گی۔ ایک صحابیہ حضرت فریعہ بنت مالک نے اپنا واقعہ ان کے سامنے رکھا کہ جب ان کے شوہر کا انتقال ہوا تو نبی کریم ﷺ نے ان کو یہ ہدایت دی کہ اپنے شوہر کے گھر میں عدت گزارو۔ امکثی فی بیتك حتی یبلغ الکتاب اجله، حضرت عثمانؓ نے اپنی رائے تبدیل کر لی۔ حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن عباس ؓ کا ابتدا میں یہ فتوی تھا کہ دوران حمل اگر کسی عورت کا شوہر انتقال کر جائے تو وہ وضع حمل یا چار ماہ اور دس دن میں سے جو مدت زیادہ ہوگی وہ اس عرصہ کی عدت گزارے گی، حضرت سبیعۃ اسلمیۃ ؓ کے حوالہ سے جب ان کو نبی کریم ﷺ کے اس فتوی کا علم ہوا کہ آپ نے ان کے بارے میں فرمایا تھا: ان عدتها وضع حملها کہ حاملہ کی عدت وضع حمل ہے۔

تو دونوں حضرات نے فتویٰ سننے کے بعد فوری طور پر اپنی رائے سے رجوع کر لیا۔ حضرت عطاء بن یاسر اور حضرت ابو سعید خدری ؓ سے مروی ہے کہ دو افراد سفر میں ساتھ تھے کہ نماز کا وقت ہو گیا، پانی نہ ہونے کی وجہ سے دونوں نے تیمم کر کے نماز پڑھ لی، کچھ دور جانے کے بعد پانی مل گیا ان میں ایک صحابی نے وضو کر کے نماز دہرالی جبکہ دوسرے صحابیؓ نے اس کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ سفر سے واپسی کے بعد نبی کریم ﷺ کے علم میں جب یہ واقعہ لایا گیا تو آپ ﷺ نے اس شخص سے جس نے نماز کا اعادہ نہیں کیا تھا فرمایا:

> اصبت السنة ای الشریعة الواجبة واجزاتك الصلاة
>
> آپ نے شریعت کے تقاضہ پر عمل کیا اور نماز درست ہوگئی، اور جس شخص نے وضو کر کے نماز دہرائی تھی اس سے فرمایا:
>
> لك الا جر مرتین۔ (۵۲)
>
> تمہارے لئے دوہرا ثواب ہے۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ کی ابتدا میں یہ رائے تھی کہ حالت جنابت میں اگر صبح ہو جائے تو روزہ نہیں رہتا۔ ازواج مطہرات ؓ میں سے کسی زوجہ مطہرہ ؓ نے اس پر تنبیہ کی تو آپ ؓ نے اپنی رائے سے فوری طور پر رجوع کر لیا۔ (۵۳)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا ابتدا میں یہ فتویٰ تھا کہ عورتیں غسل کرتے ہوئے اپنے بال کھولیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے علم میں جب یہ بات لائی گئی تو آپ رضی اللہ عنہا نے انتہائی سخت تنقید کرتے ہوئے فرمایا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک برتن سے غسل کرتی تھی، اور سر پر تین مرتبہ پانی بہاتی تھی، بغیر بال کھولے ہوئے۔

> یا عجبا لا بن عمر ھذا یامر النساء ان ینقضن رؤسھن افلا یامرھن ان یحلقن رؤسھن، لقد کنت اغتسل انا و رسول اللہ ﷺ من اناء واحد وما ازید علی ان افرغ علی راسی ثلاث افرغات۔ (۵۴)

اس کے بعد عبداللہ بن عمر نے اپنی رائے سے رجوع کرلیا۔

ایک ہی فقہ کے آئمہ کے درمیان اصولی اختلافات کی مثالیں: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اصل یہ ہے کہ ذمیوں کا جو عقیدہ اور جو مذہب حکم ہو اس پر انہیں چھوڑ دیا جائے گا اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک انہیں احکام اور معاملات کے بارے میں آزاد نہیں چھوڑا جائے گا۔ اس اختلاف پر بہت سے مسائل متفرع ہوتے ہیں۔

ڈاکٹر جمال الدین عطیہ لکھتے ہیں: ذمی نے اگر ذمی عورت سے دوسرے شوہر کی عدت کے اندر شادی کرلی ہے تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک دونوں کو اسی حال پر چھوڑ دیا جائے گا اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک تفریق کردی جائے گی۔

ذمی مرد نے اگر کسی ایسی عورت سے شادی کرلی جس سے نکاح کرنا اسلامی شریعت میں حرام ہے تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جب تک وہ دونوں مرد اور عورت مسلمان حاکم کے پاس خود مقدمہ لے کر نہ آئیں ان دونوں کے درمیان تفریق نہیں کی جائے گی، اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک تفریق کردی جائے گی۔

اگر ایک مجوسی نے اپنی ماں سے نکاح کیا اور وطی بھی کی پھر اسلام قبول کرلیا اس کے بعد کسی انسان نے اس پر زنا کا الزام لگایا تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک الزام لگانے والے پر حد قذف جاری کی جائے گی۔ کیونکہ امام صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک مجوسی مرد اور اس کی ماں اسی نکاح کی حالت میں باقی رکھے گئے تھے، لہٰذا ماں سے وطی کرنا اس کے لئے زنا نہیں ہوا، اس لئے اسے زانی کہنے

والے پر حد قذف جاری کی جائے گی، اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک حد نہیں جاری کی جائے گی۔

مجوسی نے اگر کسی ایسی عورت سے نکاح کیا جس سے اس کا نکاح کرنا اسلامی شریعت میں حرام ہے تو امام صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک مجوسی مرد کے ذمہ اس عورت کا نفقہ لازم ہوگا۔ کیونکہ وہ دونوں اسی نکاح پر برقرار رکھے جائیں گے۔ اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک مجوسی مرد کے ذمہ نفقہ لازم نہیں ہوگا۔ کیونکہ ان دونوں کا عقد نکاح باقی نہیں رکھا جائے گا۔

اگر ایک ذمی نے ذمی عورت سے اس شرط پر شادی کی کہ عورت کو کوئی مہر نہیں دے گا تو امام صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک یہ نکاح درست ہے، اور عورت مہر کی مستحق نہیں ہوگی، اگرچہ دونوں اسلام لے آئے ہوں اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک اسلام لانے کے بعد اس عورت کے لئے مرد کے ذمہ مہر مثل واجب ہوگا، اور اگر دخول سے پہلے طلاق دے دی ہو تو متعہ ہوگا۔(۵۵)

دوسری مثال ابن رشد کی کتاب "بدایة المجتهد و نهایة المقتصد" سے پیش کرتے ہیں تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ بعد کے مرحلہ میں اختلافِ فقہاء پیش کرنے کا کیا انداز تھا یہ نمونہ باب الهبۃ سے لیا گیا ہے:

باب ہبہ کے مشہور مسائل میں سے ہبہ سے رجوع کرنے کے جواز کا مسئلہ ہے اس سلسلے میں امام مالک رحمہ اللہ اور مدینہ کے تمام علماء کا مسلک یہ ہے کہ باپ نے بیٹے کو جو کچھ ہبہ کیا ہے اس سے رجوع کر سکتا ہے، بشرطیکہ بیٹے نے نہ نکاح کیا ہو اور نہ کسی سے نئے قرض کا معاملہ کیا ہو، خلاصہ یہ ہے کہ اس پر غیر کا کوئی حق مرتب نہ ہوا ہو اور ماں کو بھی اختیار ہے کہ اپنی ہبہ کی ہوئی چیز سے رجوع کر لے، بشرطیکہ باپ زندہ ہو، امام مالک رحمہ اللہ کی ایک روایت یہ بھی ہے کہ ماں رجوع نہیں کر سکتی ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ اور ظاہریہ کا مسلک ہے کہ کوئی شخص اپنی ہبہ کی ہوئی چیز سے رجوع نہیں کر سکتا۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی رائے ہے کہ ہر شخص اپنی ہبہ کی ہوئی چیز سے رجوع کر سکتا ہے، الا یہ کہ اس نے اپنے کسی قریبی عزیز کو ہبہ کیا ہو۔

اس بات پر تمام فقہاء کا اجماع ہے کہ جس ہبہ میں صدقہ کی نیت ہو اس سے رجوع کرنا جائز نہیں ہوتا۔

اس مسئلہ میں ائمہ کے اختلافات کا سبب یہ ہے کہ اس بارے میں متعارض آثار وارد ہیں۔

جن لوگوں کا مسلک یہ ہے کہ ہبہ سے رجوع کرنا بالکل جائز نہیں، انہوں نے اس حدیث کے عموم سے استدلال کیا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: اپنے ہبہ سے رجوع کرنے والے کی مثال اس کتے کی طرح ہے جو اپنی قے کو دوبارہ چاٹتا ہے۔

جن لوگوں نے ماں باپ کا استثناء کیا ہے اور ان دونوں کے لئے ہبہ سے رجوع کرنا جائز ہے، ان کی دلیل طاؤس سے مروی یہ حدیث ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

> کسی ہبہ کرنے والے کے لئے یہ جائز نہیں کہ اپنے ہبہ سے رجوع کرے سوائے والد کے اور انہوں نے ماں کو باپ پر قیاس کیا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر طاؤس کی حدیث متصل ہوتی تو میں اسے اختیار کر لیتا، بعض دوسرے حضرات نے لکھا ہے کہ یہ حدیث حسین المعلم کی سند سے متصل ہے، اور حسین المعلم ثقہ ہیں۔

جن لوگوں کا یہ مسلک ہے کہ قریبی عزیزوں کے علاوہ دوسروں کو دیئے ہوئے ہبہ سے رجوع کرنا جائز ہے، انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا جسے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

> جو شخص صلہ رحمی کے لئے یا بطورِ صدقہ ہبہ کرے وہ رجوع نہیں کر سکتا اور جو شخص محض ثواب کے لئے کوئی ہبہ کرے وہ اپنے ہبہ سے رجوع کر سکتا ہے۔

یہ لوگ دلیل میں یہ بات بھی پیش کرتے ہیں کہ اصل یہ ہے کہ جس شخص نے کوئی معاوضہ لئے بغیر کوئی چیز ہبہ کی، اس کے ذمہ یہ ہبہ لازم نہیں ہوتا جیسے اگر اس سے وعدہ کیا جاتا تو اس میں لزوم پیدا ہوتا ہے، لیکن بطور صدقہ جو ہبہ کیا جائے اس کے لازم ہونے پر اتفاق ہے۔

مدینہ کے جمہور علماء کہتے ہیں کہ جس شخص نے بیٹے پر صدقہ کیا اور اس پر قبضہ کرنے کے بعد بیٹے کا انتقال ہو گیا۔ تو صدقہ کرنے والا ہی اس کا وارث ہوگا۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی مرسل روایات میں ہے کہ خزرج کے ایک انصاری شخص نے اپنے والدین پر صدقہ کیا پھر والدین کا انتقال ہو گیا۔ بیٹا ہی اس مال کا وارث ہوا، وہ مال کھجور کا درخت تھا اس کے بارے میں نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا:

''تمہیں صدقہ کا ثواب مل گیا، اب میراث کی بنا پر اس کو لے لو۔''

ابوداؤد نے عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی، اور اس نے عرض کیا کہ میں نے اپنی ماں کو ایک باندی ہبہ کی تھی۔ ماں کا انتقال ہوگیا، اس نے میراث میں وہ باندی چھوڑی ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''تمہارا اجر ثابت ہوگیا اور وہ باندی تمہیں میراث میں واپس مل گئی ہے۔''

فقہاء ظاہر یہ کہتے ہیں ہبہ سے رجوع کرنا کسی کے لئے جائز نہیں کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس گھوڑے کے بارے میں جو انہوں نے ہبہ کیا تھا فرمایا: کہ اسے مت خریدو کیونکہ اپنے ہبہ سے رجوع کرنے والا اس کتے کی طرح ہے جو اپنی قے چاٹتا ہے، اس حدیث کی صحت پر سب کا اتفاق ہے۔(۵۶)

قاضی ابن رشد کہتے ہیں ہبہ سے رجوع کرنا محاسن اخلاق میں نہیں آتا حالانکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم محاسن اخلاق کی تکمیل ہی کے لئے مبعوث کئے گئے ہیں۔ ان مثالوں سے واضح ہوتا ہے، اختلاف اگر دلیل کی بنیاد پر ہے، تو درست ہے اور امت کا تعامل اسی پر ہے۔

اختلاف بین المذاہب الفقہاء پر اہم تصانیف:

☆ اس فن میں سب سے قدیم تصنیف امام ابوحنیفہ E (متوفی ۱۵۰ھ) کی ہے انہوں نے اختلاف الصحابہ کے نام سے ایک کتاب تصنیف کی۔

☆ اس کے بعد امام ابوحنیفہ E کے شاگرد امام ابویوسف E (متوفی ۱۸۲ھ) نے اس فن میں دو کتابیں لکھیں جسے ابن الندیم E نے الفہرست میں ذکر کیا ہے۔

اختلاف ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ وابن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ اور کتاب الجوامع۔

☆ امام محمد E بن حسن شیبانی (متوفی ۱۷۹ھ) نے کتاب الحجۃ علی اہل المدینہ تصنیف کی جس میں انہوں نے فقہاء کی آراء کا موازنہ کیا، خصوصاً امام مالک E کی فقہی آراء کا اپنے استاذ امام ابوحنیفہ E کی فقہی آراء سے موازنہ کیا۔(۵۷)

☆ امام شافعی (متوفی ۲۰۴ھ) کی مشہور تصنیف کتاب الام، اختلاف فقہاء کے موضوع پر

متعدد کتابوں پر مشتمل ہے، مثلاً اختلاف ابی حنیفه والاوزاعی اختلاف الشافعی ا ومحمد بن الحسن E، اختلاف الشافعی E مع مالک E۔

اسی طرح اختلاف فقہاء پر بے شمار کتب ہیں، یہاں ریسرچ اسکالرز کے لئے چند اہم کتب کا اختصار کے ساتھ تذکرہ کیا جارہا ہے۔

☆ محمد بن نصر مروزی (م۲۹۴ھ) کی اختلاف الفقہاء ہے جس میں امام ابوحنیفہ D حضرت علیt وعبداللہ t کی فقہی آراء ہیں۔

☆ محمد بن جریر طبری (م۳۱۰ھ) کی اختلاف الفقہاء ہے۔

☆ محمد بن ابراہیم بن المنذر شافعی (م۳۱۹ھ) کی الاوسط فی السنن والاجماع اور اختلاف العلماء ہیں، لیکن تفصیلی کتاب الاشراف علی مذاہب ہے۔

☆ ابوجعفر طحاوی (م۳۲۰ھ) کی اختلاف الفقهاء اور شرح معانی الآثار ہیں۔

☆ ابن الوراق مروزی (م۳۲۹ھ) کی مسائل الخلافه

☆ ابو اللیث سمر قندی (م۳۷۳ھ) کی مسائل الخلاف مالکی شافعی وحنفی اختلافات پر مشتمل ہے۔

☆ امام قدوری (م۴۲۸ھ) کی التجرید شافعی حنفی آئمه و تلامذه کے اختلافات پر مشتمل ہے۔

☆ ابن حزم (م۴۵۶ھ) کی المحلی

☆ بیہقی (م۴۵۸ھ) کی کتاب الخلافیات۔

☆ ابوجعفر طوسی (م۴۶۰ھ) کی الخلاف فی الفقه

☆ امام غزالی (م۵۰۵ھ) نے چار کتابیں لکھیں ماخذ الخلاف، لباب النظر، تحصین المأخذ، المبادی و الغایات،

☆ احمد قفال شاشی (م۵۰۷ھ) کی مشہور کتاب حلیة العلماء فی معرفة مذاهب الفقهاء

☆ امام نسفی (م۵۳۸ھ) کی کتاب الخلافیات،

☆ ابوبکر بن العربی (م۵۴۳ھ) کی کتاب الانصاف فی مسائل الخلاف

☆ کاسانی (م۵۸۷ھ) کی بدائع الصنائع۔

☆ ابوعبداللہ اندلسی (م۵۲۱ھ) کی الانصاف فی التنبیه علی الاسباب،

☆ ابن رشد (م۵۹۵) کی بدایة المجتهد و نهایة المقتصد

☆ ابن قدامہ (م۶۲۰ھ) کی المغنی

☆ ابن السبکی (م۷۷۱ھ) کی الاشباه والنظائر۔

☆ عبدالرحمٰن الدمشقی (م۷۸۰ھ) کی رحمة الامة فی اختلاف الامة

☆ ابن عبدالبر کی جامع بیان العلم

☆ دبوسی حنفی، (م۴۳۰ھ) کی تأسیس النظر

☆ زنجانی (۶۵۶ھ) کی تخریج الفروع عن الاصول—

☆ ابوعبداللہ تلسانی (م۷۷۱ھ) کی مفتاح الوصول إلی بناء الفروع علی الاصول—

☆ اسنوی (م۷۷۲ھ) کی التمهید فی تخریج الفروع علی الاصول اور الکوکب الدری فی تخریج الفروع الفقهية

☆ شاہ ولی اللہ دھلوی کی الانصاف فی بیان سبب الخلاف، میں اصول فقہ کے فروع پر اثرات کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

ڈاکٹر مصطفیٰ سعید الخن نے اس حوالہ سے کتاب اثر الاختلاف فی القواعد الاصوالية فی اختلاف الفقهاء عطیه (۵۸)

اور ڈاکٹر جمال الدین عطیہ کی فقہ اسلامی کی نظریہ سازی جامع کتابیں ہیں۔

فقہاء کے درمیان اختلاف کی صورت میں عوام کے لئے رہنمائی:

عوام جو کہ شرعی رہنمائی کی خواہاں ہوتی ہے وہ مختلف فقہاء ومفتیان کرام کے متضاد فتاوی کو دیکھ کر فیصلہ نہیں کر پاتی ہے کہ کس پر عمل کرے حتی کہ ایک ہی فقہ حنفی کے متبع مفتیان کے فتاوی بھی یکساں نہیں ہوتے، لہٰذا عوام کے لئے چند صورتیں ہیں۔

بعض شوافع و حنابلہ فقہاء کی رائے ہے کہ عوام کو اختیار ہے مختلف فتاویٰ میں سے جسے چاہیں اختیار کریں اور جسے چاہیں چھوڑ دیں، احناف، مالکیہ اور اکثر شوافع اور امام احمد کی ایک روایت کے مطابق عوام کو اختیار نہیں بلکہ ضروری ہے وہ مختلف فتاویٰ میں سے کسی ایک کو ترجیح دیں۔ اور ترجیح دینے میں ایک مشورہ یہ دیا گیا ہے کہ سخت حکم کو اختیار کریں۔ دوسرا مشورہ یہ دیا گیا ہے کہ جس فتویٰ پر عمل کرنا زیادہ آسان ہو اسے اختیار کریں۔ تیسرا مشورہ یہ دیا گیا ہے جو مفتی زیادہ صاحب علم ہو اس کے فتویٰ پر عمل کریں۔ (۵۹)

امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں عوام کو چاہئے وہ فتویٰ پر غور وفکر کریں، جسے افضل سمجھیں اور جس پر دل مطمئن ہو اس پر عمل کریں۔ (۶۰)

خلاصہ بحث:

اختلافات ہر دو میں ہر مذہب میں اور ہر نظام میں موجود تھے اور رہیں گے اختلاف زندگی کی علامت ہے اور بقول فارسی شاعر ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است لیکن اسلام میں ان اختلافات کو علمی مجالست و مکالمہ کے ذریعہ حل کرنے کی تعلیم دی گئی، اسے جنگ و جدال کا ذریعہ بنانے سے منع کیا گیا ہے اور احادیث و آثار سے ثابت ہوتا ہے کہ جب فریق ثانی نے جواباً دلیل پیش کی ہے، تو فریق اول نے فوراً اپنا اختلاف ختم کر دیا ہے، اگر آج ہم سب کے اندر یہ جزبہ پیدا ہو جائے تو یقیناً تمام طبقے ایک دوسرے کے قریب آسکتے ہیں اور یہی اس مقالہ کا مقصود ہے۔

حواشہ وحوالہ جات

۱۔ مجلہ: بزم قاسمی انٹرنیشنل ربیع الاول ۱۴۲۰ھ/ص ۱۸۰
۲۔ ایضاً، ص ۸۶
۳۔ ایضاً، ص ۵۶
۴۔ ابن ہشام، سیرت ابن ہشام، مصر ۱۹۳۷ء، ۲/۳۶،
۵۔ ابن ہشام، سیرت ابن ہشام، قاہرہ ۲/۲۹۱،
۶۔ سورہ الفاتحہ، /۳
۷۔ سورہ بقرہ/ ۲۸۲

۸۔ سورہ الکافرون/ ٦

۹۔ سورہ یوسف/ ٧٦

10- Oxford Dictionary, 1995

۱۱۔ سورہ محمد/ ۲۰، الانفال/ ۴۲، بقرہ/ ۱۱۳، ۲۱۳، ۱۶۴، ۲۵۱-۲۵۳، آل عمران/ ۵۵، ۱۹۰، یونس / ۹۳، ۱۹، النحل/ ۳۹، ۶۴، ۱۲۴، ۱۳، ۶۹، المائدہ/ ۴۸، الحج/ ۲۹، ۶۹، النمل/ ٧٦، السجدہ/ ۲۵، الزمر/ ۳، ۴۶، ۳۱، الشوریٰ/ ۱۰، ۸، الزخرف/ ۶۳، ۳۲-۳۳، الجاثیہ/ ۱۳، ۵، الانعام/ ۱۴۱، ۱۶۵، ۱۵۹، یونس/ ۶، ۱۹، ۹۳، ھود/ ۱۱۰، ۱۱۸، المومنون/ ۸۰، الروم/ ۲۲، فاطر/ ۲۷، ۲۸، فصلت/ ۴۵، الحجرات/ ۱۳، التوبہ/ ۸۱، ۸۳، ۸۷، ۹۳،

۱۲۔ موسوعۃ الفقہیہ وزارۃ الاوقاف والشؤن الاسلامیہ کویت الطبعۃ الثانیہ 1983ء ج/ ۲۹۱

۱۳۔ ایضاً، ج/ ۲، ص/ ۲۹۲

۱۴۔ اصفہانی، امام راغب المفردات فی القرآن، ج/ ۱، ص/ ٧٩، ۸۰

۱۵۔ محمد عوامہ، ادب الاختلاف فی مسائل العلم والدین، دار البشائر بیروت لبنان الطبعۃ الثانیہ ۱۹۹۷ء، ص/ ۸۔۹

۱۶۔ سورہ مائدہ، آیت ۴۸

۱۷۔ محمد عوامہ، ادب الاختلاف فی مسائل العلم والدین دار البشائر بیروت، لبنان، ۱۹۹۷ء، ص/ ۱۴

۱۸۔ ایضاً، ج/ ۲، ص/ ۲۹۳

۱۹۔ محمد عوامہ ادب الاختلاف فی مسائل العلم، والدین دار البشائر، بیروت لبنان، ۱۹۹۷ء، ص/ ۱۸

۲۰۔ سورہ نمل، آیت ۱۲۵

۲۱۔ بخاری، محمد بن اسماعیل صحیح البخاری، باب ترک مالا یعنیہ

۲۲۔ سورہ الاحزاب، آیت ۳۵

۲۳۔ سورہ الانعام، آیت ۱۰۶

۲۴۔ اگر بریلوی زعماء اس نکتہ پر غور کرلیں تو تمام دیوبندی بریلوی اختلافات ختم ہوسکتے ہیں۔

۲۵۔ اس موضوع پر میری تفصیلی کتاب مکالمہ واتحاد بین المذاہب کی مذہبی بنیادیں، ڈاکٹر صلاح الدین ثانی، مکتبہ یادگار شیخ الاسلام پاکستان، ۲۰۰۵ء، ص/ ۶۹ تا ۱۱۲ ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

۲۶۔ السخاوی، شمس الدین محمد بن عبدالرحمن الأجوبۃ المرضیۃ فیما سئل السخاوی عنہ من الأحادیث تحقیق محمد اسحٰق دارالرأیۃ الریاض الطعبۃ الاولی، ۱۴۱۸ھ، ج/۱، ص/۱۰۶

۲۷۔ وجویر بن سعید الأزدی، حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: ضعیف جداً، تفصیلی حالات کے لئے دیکھئے: تھذیب الکمال ۵/ ۱۶۷ (۹۸۵) والتقریب ص ۲۰۵ (۹۹۴)

۲۸۔ الضحاک بن مزاحم الھلالی أبوالقاسم تفصیلی حالات کے لئے دیکھئے، تھذیب الکمال ۱۳/ ۲۹۱ (۲۹۲۸) وتھذیب التھذیب ۴/۴۵۳، والتقریب ص ۴۵۹ (۲۹۹۵)

۲۹۔ السخاوی، الأجوبۃ المرضیۃ، ج/۱، ص/ ۱۰۵، لیکن اس روایت کو مختلف محدثین نے نقل کیا ہے اور زبان زد عام ہے دیکھئے: المقاصد الحسنۃ ص ۲۶۔۲۷، رقم (۳۹) وعزاہ لھما (الطبرانی والدیلمی) وکذلک الزبیدی فی إتحاف السادۃ المتقین ۱/ ۲۰۵، وانظر: زھر الفردوس ۴/ ۸۷، وأخرجہ أیضاً البیھقی فی المدخل ص ۱۶۲۔۱۶۳، رقم (۱۵۲) والخطیب فی الکفایۃ فی علم الروایۃ، ص ۴۸، وابن عساکر فی تاریخ ۷/ ۶۳۲، وانظر سلسلۃ الأحادیث الضعیفۃ للشیخ الألبانی برقم ۵۹، وعزاہ لأبی العباس الأصم من حدیثہ

۳۰۔ السخاوی، الأجوبۃ المرضیۃ ج/۱، ص/ ۱۰۶

۳۱۔ زیدان، ڈاکٹر عبدالکریم مجموعۃ بحوث فقھیۃ مکتبۃ القدس موسسۃ الرسالۃ بغداد، عراق و بیروت، ۱۹۷۶ء، ص/۲ ۲۷۲ تا ۳۰۹

۳۲۔ السخاوی، شمس الدین محمد بن عبدالرحمن (م ۹۰۲ھ) الأجوبۃ المرضیۃ فیما سئل السخاوی عنہ من الاحادیث تحقیق محمد اسحٰق دارالرأیۃ الریاض ۱۴۱۸ھ، ج/۱، ص/۱۰۴

۳۳۔ دیکھئے المقاصد الحسنہ، ص/ ۲۷

۳۴۔ یہ ابومحمد إسحاق بن إبراہیم الموصلی التمیمی الأرجانی ہیں، الأصل المعروف بابن الندیم کان من ندماء الخلفاء ولہ الطرف المشھور والخلاعۃ والغناء اللذان تفرد بھما کان من العلماء باللغۃ والأشعار وأخبار الشعراء، أیام الناس مولدہ سنۃ ۱۵۰ھ وتوفی سنۃ ۲۳۵ھ، تفصیلی حالات کے لئے دیکھئے: تاریخ بغداد ۶/ ۳۳۸، ووفیات الأعیان ۱/ ۲۰۲

۳۵۔ عمرو بن بحر بن محبوب البصری المعتزلی ابوعثمان ہیں، صاحب التصانیف أخذ عن النظام مات سنۃ ۲۵۰ھ، تفصیلی حالات کے لئے دیکھئے: تاریخ بغداد ۱۲/ ۲۱۲، ۲۲۰، وسیر أعلام النبلاء ۱۱/ ۵۲۶.

۳۶۔ اس حدیث کو ابن الحاجب نے اپنی مختصر میں خطابی نے غریب الحدیث میں بیہقی نے اپنے

رسالہ میں زرکشی نے اپنی مختصر میں، ابن الاثیر نے جامع الاصول کے مقدمہ میں نقل کیا ہے دیکھئے: ج/۱، ص۱۸۲، بیضاوی نے اپنی تفسیر میں دیکھئے: ج/۳، ص/۵۴، غزالی نے احیاء العلوم کے مقدمہ میں دیکھئے: ج/۱، ص/۳۹، قرطبی نے اپنی تفسیر میں دیکھئے ذیل سورہ آل عمران آیت ۱۰۵، فیض القدیر ج/ص/۲۰۹

۳۷۔ موسوعۃ الفقھیۃ وزارۃ الاوقاف والشؤن الاسلامیۃ کویت، الطبعۃ الثانیۃ ۱۹۸۲ء، ج/۲، ص/۲۹۵، بحوالہ بیہقی اور المقاصد الحسنۃ، ص/۲۶

۳۸۔ اس روایت کو سیوطی نے الخصائص الکبریٰ میں بغیر تخریج کے نصر المقدسی سے نقل کیا ہے۔

۳۹۔ موسوعۃ الفقھیۃ، ج/۲، ص/۲۹۶، بحوالہ کشف الخفاء، ص/۶۵، اور الموافقات ج/۴، ص/۱۲۵

۴۰۔ غزالی، احیاء علوم الدین مطبوعۃ المکتبۃ التجاریۃ، ج/۱، ص/۴۲

۴۱۔ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ج/۷، ص/۳۲۸

۴۲۔ محمد عوامہ، ادب الاختلاف فی مسائل العلم والدین دار البشائر بیروت، ۱۹۹۷ء، ص/۱۴

۴۳۔ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ج/۳، ص/۱۵۰

۴۴۔ ابن تیمیہ، مجموع الفتاوی، ج/۱۲، ص/۴۹۲

۴۵۔ محمد عوامہ، ادب الاختلاف فی مسائل العلم والدین، ص/۱۵

۴۶۔ جامع بیان العلم، لابی عمر یوسف ابن عبدالبر النمری رحمہ اللہ ۴۶۳ھ، ادارہ الطباعۃ المنیریۃ، دمشق، ج۲، ص۸۴

۴۷۔ محمد عوامہ، صفحات فی ادب الرای، جدہ دار القبلۃ للثقافہ الاسلامیۃ ۱۹۹۱ء، ص۳۰

۴۸۔ احمد بن حجر الہیثمی، الخیرات الحسان، فی مناقب أبی حنیفہ النعمان مطبع المدنی مصر ۱۴۱۵ھ، ص۴۳

۴۹۔ ابن تیمیۃ، رفع الملام عن ائمۃ الاعلام، مطبع الوطنیۃ، قطر، ۱۹۷۴ء، ص۷

۵۰۔ ابن تیمیۃ، رفع الملام عن ائمۃ الاعلام، ص۸

۵۱۔ ابن تیمیۃ، رفع الملام عن ائمۃ الاعلام، ص۱۱

۵۲۔ شہ ولی اللہ، الانصاف فی سبب الاختلاف، مطبوعہ الرحیم اکیڈمی، کراچی ۲۰۰۲ء، ص۲۶

۵۳۔ ابن تیمیہ، رفع الملام عن ائمۃ الاعلام ص۴،

۵۴۔ ابن تیمیہ، رفع الملام عن ائمۃ الاعلام ص ۴
۵۵۔ عطیہ، ڈاکٹر جمال الدین فقہ اسلامی کی نظریہ سازی، مترجم عتیق احمد قاسمی الفیصل لاہور، ۱۹۷۷ء، ص/۱۶۴، بحوالہ: تاسیس النظر: دبوسی، ص ۲۰۱۹
۵۶۔ ابن رشد، بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد مطبع حلبی، مصر، ج/۲، ص/۳۳۲
۵۷۔ مقدمہ ابوالوفاء افغانی، اختلاف ابی حنیفہ وابن ابی لیلی طبع ۱۳۷۵ھ
۵۸۔ عطیۃ، ڈاکٹر جمال الدین، فقہ اسلامی کی نظریہ سازی، الفیصل اردو بازار ۱۹۷۷ء، ص/۲/۱۷۲،
۵۹۔ الموسوعۃ الفقھیۃ، ج/۲، ص/ ۲۹۹، بحوالہ التقریر والتحبیر فی۔ فی الشرح التحریر مطبوعۃ بولاق قاہرہ، ج/۳، ص/ ۳۴۹
۶۰۔ الموسوعۃ الفقھیۃ، ج/۲، ص/ ۳۰۰، بحوالہ القسطاس المستقیم، ص/ ۸۷

سیرت النبی ﷺ پر پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین ثانی کی چند اہم تصانیف

- **اصول سیرت نگاری**، مکتبہ یادگار، شیخ الاسلام، پاکستان، (اردو)، ۲۰۰۳ء، صفحات ۴۲۱
- **مکالمہ و اتحاد بین المذاہب کی مذہبی بنیادیں**، سیرت طیبہ ﷺ اُسوہ انبیاء و کتب مقدسہ کے تناظر میں، مکتبہ یادگار، شیخ الاسلام، پاکستان، (اردو)، ۲۰۰۵ء، صفحات ۴۱۶
- **آپ ﷺ کی گفتگو و خطاب کا طریقہ سیرت طیبہ ﷺ کی روشنی میں**، مکتبہ یادگار، شیخ الاسلام، پاکستان، (اردو) ۲۰۰۷ء، صفحات ۳۲۰
- **خدمت خلق و رفاہ عامہ کی اہمیت سیرت طیبہ ﷺ کی روشنی میں**، مکتبہ یادگار، شیخ الاسلام، پاکستان، اردو، ۲۰۰۵ء، صفحات ۳۰۴
- **اسلام کی تبلیغ میں تاجروں کا کردار اور ان کی ذمہ داریاں، قرآن و سیرت** طیبہ ﷺ اور تاریخ کی روشنی میں، مکتبہ یادگار، شیخ الاسلام، پاکستان، (اردو) مئی ۲۰۱۰ء، صفحات ۳۱۲

(ریگولر) ایم اے اسلامک اسٹڈیز، ایم اے پولیٹیکل سائنس کرنے کا نادر موقع (برائے خواتین)

عبداللہ گورنمنٹ کالج برائے خواتین

☆☆ **بمقام:** نارتھ ناظم آباد کراچی نزد انٹرمیڈیٹ بورڈ ☆☆

☆...... عبداللہ گورنمنٹ کالج برائے خواتین کراچی کے بڑے کالجوں میں سے نمایاں کالج ہے۔

☆...... کراچی کے گورنمنٹ کالجز میں سے اس کالج کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ یہاں ۲۰۰۶ء سے دو سبجکٹ ایم اے اسلامک اسٹڈیز اور ایم اے پولیٹکل سائنس میں "ریگولر ایم اے" کرایا جارہا ہے۔

☆...... عبداللہ کالج میں جامعہ کراچی کا نصاب پڑھایا جاتا ہے اور جامعہ کراچی کی جانب سے سالانہ امتحان لیا جاتا ہے اور ڈگری جاری کی جاتی ہے۔

☆...... **عبداللہ کالج میں طالبات کو درج ذیل سہولت فراہم کی جاتی ہیں:**

﴿الف﴾ طالبات کو تحقیقی مقالات و مضامین تحریر کرنا سکھایا جاتا ہے، اور کالج مجلہ میں طالبات کے مضامین شائع کیے جاتے ہیں۔

﴿ب﴾ طالبات کو ریسرچ و تحقیق کیلئے ہزاروں کتب پر مشتمل بڑا کتب خانہ فراہم کیا گیا ہے۔

﴿ج﴾ ہر سال سیرت النبی ﷺ پر سیمینار منعقد کیا جاتا ہے جس میں ایم اے کی طالبات سیرت النبی ﷺ پر اپنے تحریر شدہ تحقیقی مقالات تقریر مقابلوں کی صورت میں پیش کرتی ہیں اور انعامات حاصل کرتی ہیں۔

﴿د﴾ طالبات کی تربیت کے لئے مختلف اصلاحی پروگرامز منعقد کئے جاتے ہیں۔

☆...... ہر سال کالج کی طالبات ایم اے میں فرسٹ، سیکنڈ، تھرڈ پوزیشن حاصل کرتی ہیں، اب تک چھ بیج اعلیٰ نمبروں سے ایم اے کے فارغ التحصیل ہو چکے ہیں۔

☆...... ۲۰۰۶ء سے سالانہ داخلہ فیس اور امتحانی فیس میں کالج کی جانب سے کوئی اضافہ نہیں کیا گیا ہے۔

☆...... خواتین کے لئے ایم اے کرنے اور پوزیشن حاصل کرنے کا نادر موقع ہے۔

☆...... خواہش مند طالبات یکم ستمبر سے جلد سے جلد داخلے کے لئے کالج آفس اور ایم اے کے اساتذہ سے رابطہ کریں...... **داخلے محدود ہیں۔**

☆...... اورنگی ٹاؤن، ناظم آباد، نارتھ ناظم آباد، لیاقت آباد، سائٹ ٹاؤن سے براہ راست گاڑیاں آتی ہیں۔

منجانب: پرنسپل عبداللہ گورنمنٹ گرلز کالج ...... رابطہ نمبر: